تعارف فتاویٰ علمائے اہل حدیث

(قسط نمبر 1)

محمد رمضان یوسف سلفی ایڈیٹر صدائے ہوش لاہور

جناب محترم محمد رمضان یوسف سلفی حفظہ اللہ کسی تعارف کے محتاج نہیں ماشاء اللہ آپ کے مضامین جماعتی رسائل وجرائد میں بکثرت شائع ہوتے رہتے ہیں۔
ماہنامہ ترجمان الحدیث کے دیرینہ رفیق ہیں اور ماشاء اللہ خوب حق رفاقت ادا کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان کے عمر وعلم اور صلاحیتوں میں برکت فرمائے اور صحت وایمان سے مزین لمبی عمر عطا کرے۔آمین
زیر نظر مضمون درحقیقت جامعہ بحر العلوم میرپور خاص سندھ' کی خصوصی اشاعت بعنوان فتاوٰی ''راشدیہ'' کا مقدمہ ہے
جوانہوں نے محنت شاقہ سے مرتب فرمایا ہے اور قارئین کے لیے ایک عمدہ کاوش ہے جسے افادہ عام کے لیے ہم جناب سلفی صاحب اور جناب محترم افتخار احمد الازہری صاحب شیخ الحدیث جامعہ بحر العلوم میرپور خاص کے شکریہ کے ساتھ شائع کررہے ہیں۔(ادارہ)

اسلام میں فتویٰ نویسی کی تاریخ اتنی ہی پرانی ہے جتنا کہ بذات خود اسلام۔انسانی زندگی جوکہ دنیاوی جھمیلوں کا مجموعہ ہے اس اعتبار سے انسان کو قدم قدم پر رہنمائی کی ضرورت پڑتی ہے۔اللہ تبارک و تعالیٰ نے اسی انسانی ضرورت کو ملحوظ رکھ کر انسان کی رشد وہدایت کے لئے پیارے نبی حضرت محمد ﷺ کے ذریعے رہنمائی کا سامان کیا ہے۔

لغت عرب میں فتویٰ اور فتیا کا معنی رائے اظہار یا مشکل احکام کو واضح کرنا ہے۔(لسان العرب 148/15' المعجم الوسیط جلد 2 ص 273)

اصطلاح میں فتویٰ سے مراد پیش آمدہ مسائل اور مشکلات سے متعلق دلائل کی روشنی میں شریعت کا وہ حکم ہے جو کسی سائل کے جواب میں کوئی عالم دین اور احکام شریعت کے اندر بصیرت رکھنے والا شخص بیان کرے۔سوال کرنے والے کو مستفتی اور جواب وفتویٰ دینے والے کو مفتی کہا جاتا ہے پس مفتی دین کے حوالے سے لوگوں کو درپیش مسائل اور دیگر سوالات کا کتاب وسنت کے حوالے سے حل بتاتا ہے۔

فرمان باری تعالیٰ بھی ہے......فاسئلو ا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون (النحل 43)

اگر تم کسی مسئلہ کے بارے نہیں جانتے تو علماء سے اس کی بابت پوچھ لیا کرو۔

فتویٰ لینے اور فتویٰ دینے کا سلسلہ رسول کریم ﷺ کے مبارک دور سے چلا آ رہا ہے اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کے طویل عرصے میں علماء اسلام اور ائمہ عظام نے اس شعبے کی اہمیت کے باوصف ہمیشہ اس کا خاص اہتمام کیا ہے۔ مسلمان اپنے دینی و دنیوی امور اور پیش آمدہ مشکلات اور مسائل کے حل کے لئے برابر ان کی طرف رجوع کرتے دکھائی دیتے ہیں۔ ان مسائل کا تعلق خواہ عقائد و عبادات سے ہو' یا معاملات و اخلاق سے' یا آپس کے اختلاف و نزاع سے' ہر حال میں وہ شریعت کا حکم معلوم کرنے کے لئے مفتیوں سے فتویٰ لیتے رہے ہیں۔ اور مفتیان کرام نے افتاء کو اپنا منصبی فریضہ سمجھ کر ہمیشہ امت کی رہنمائی کی ہے۔ افتاء کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے اس کی نسبت خود اپنی ذات کی طرف کی ہے ارشاد ربانی ہے **یستفتونک قلی اللہ یفتیکم فی الکلالۃ** (النساء 176) یہ لوگ آپ سے فتویٰ طلب کرتے ہیں (انہیں) کہہ دیجئے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں کلالہ کے بارے میں فتویٰ دیتا ہے۔

دوسرے مقام پر فرمایا۔ **و یستفتونک فی النساء قل اللہ یفتیکم فیهن** (النساء 127) ترجمہ؛ اور وہ آپ سے عورتوں کے بارے سوال کرتے ہیں' آپ کہہ دیجئے کہ خود اللہ ان کے بارے حکم دے رہا ہے'' ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ سب سے بڑا مفتی ہے اور اس کے آخری پیغمبر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم بھی منصب افتاء پر فائز ہیں۔ قرآنی آیات میں جہاں بھی **یستفتونک** اور **یسئلونک** کے الفاظ آئے ہیں وہ کسی مسئلہ کے بارے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے کئے گئے سوالات کے جوابات ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ نے بصورت وحی نازل فرمائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی وحی الٰہی کے ذریعے لوگوں کو فتویٰ دیا کرتے اور مسائل اور احکام بتایا کرتے تھے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جب بھی کوئی مسئلہ درپیش ہوتا تو وہ براہ راست نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسئلے کا حل پا لیتے۔ ان احکام الٰہیہ اور فرامین نبویہ کی طرف رجوع بہر حال اور ضروری واجب ہے۔ کیونکہ اللہ رب العزت نے حکماً فرمایا ہے **فان تنازعتم فی شئی فردوہ الی اللہ والرسول** (النساء) ترجمہ؛ اگر تم کسی معاملے میں باہم جھگڑ پڑو تو اسے اللہ اور رسول (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف لوٹا دو''

علامہ ابن قیمؒ جوزی (متوفی 751) نے اپنی معروف کتاب ''اعلام الموقعین عن رب العالمین'' میں صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بارہ سو سوالات کے جوابات فتاویٰ کی صورت میں نبی

صلی اللہ علیہ وسلم کے فرامین کو جمع کیا ہے۔ ان کے علاوہ نبی علیہ السلام کے اور بھی بہت سے فتاویٰ جو آپ نے صحابہ کرام کے پوچھنے پر صادر فرمائے حدیث وسیرت کی کتابوں میں موجود ہیں۔ عہد رسالت کے بعد بہت سے صحابہ کرام نے اپنی دینی بصیرت اور تبحر علمی سے مسلمانوں کی راہنمائی کے لئے فتاویٰ صادر فرمائے۔ امام ابن حزم (متوفی 454ھ) نے ایسے 142 صحابہ اور 20 صحابیات کا تذکرہ کیا ہے جن سے فتاویٰ منقول ہیں۔ مؤرخ اہل حدیث ذہبیٔ دوراں حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی حفظہ اللہ اصحاب فتویٰ صحابہ اور تابعین کا تذکرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں...... دینی نوعیت کے پیش آئند واقعات ومسائل کے سلسلے میں کسی ماہر شریعت کے دینی فیصلے کو ''فتویٰ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے اور فتویٰ دینے والے ماہر شرع اور عالم دین کو مفتی اور مجتہد کے پراعزاز لقب سے پکارا جاتا ہے۔

اسلامی نقطۂ نظر سے اصل فیصلہ وہی ہے جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا جاری کردہ ہو۔ اسی بنا پر اس شخص کے فیصلے کو مستند اور قابل تسلیم گردانا جاتا ہے، جس کے فیصلے کی اساس کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ قرار دی جائے۔ عہد نبوت میں اس قسم کے فیصلے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نافذ فرماتے۔ آپ کی زندگی میں صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت بھی اس کے لئے تیار ہو چکی تھی۔ اس مقدس جماعت میں سے بعض کو آنحضرت ﷺ نے فیصلے کرنے کی اجازت دی اور بعض کو فیصلے کے اصول سمجھائے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد خلفائے راشدین اور دیگر اصحاب افتاء صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ عظیم خدمت انجام دینا شروع کی۔ جن مجتہدین صحابہ رضی اللہ عنہم کے فتاوے محفوظ ہیں اور ہم تک پہنچے ہیں ان کی تعداد ایک سو انچاس ہے۔ ان میں مرد بھی ہیں اور عورتیں بھی۔ فتاویٰ کی نوعیت کے اعتبار سے اس تعداد کو تین حصوں میں منقسم کیا جاتا ہے۔ مکثرین، متوسطین اور مقلین۔

مکثرین سے مراد وہ اہل فتویٰ صحابہ ہیں، جن میں سے ہر صحابی سے منقول ومروی فتاویٰ کا ضخیم مجموعہ اور کثیر مواد موجود ہے۔ وہ صحابہ سات ہیں جن کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق، امیر المؤمنین حضرت علی، ام المؤمنین عائشہ صدیقہ، عبداللہ بن مسعود، عبداللہ بن عباس، عبداللہ بن عمر، زید بن ثابت رضی اللہ عنہم۔ یہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم قرآن، حدیث اور فقہ میں مہارت تامہ رکھتے تھے۔

متوسطین سے قابل غور صحابہ رسول ﷺ اکرم کی وہ جماعت مراد ہے، جن میں ہر صحابی سے منقول، فتاویٰ کا چھوٹا سا مجموعہ دست یاب ہوتا ہے۔ یہ بیس صحابہ کرام ہیں جن میں سے چند کے اسمائے

گرامی یہ ہیں خلیفہ رسول اکرم حضرت ابوبکر صدیق' امیر المؤمنین حضرت عثمان بن عفان' ام المؤمنین حضرت ام سلمہ' حضرت انس' ابو ہریرہ' معاذ بن جبل' ابوموسیٰ اشعری' عبدالرحمان بن عوف' زبیر بن عوام' طلحہ عبادہ بن صامت' ابوسعید خدری' سلمان فارسی' حضرت امیر معاویہ' حضرت جابر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہم اجمعین۔

مقلین صحابہ وہ صحابہ' جن سے منقول فتاویٰ کی تعداد بہت ہی کم ہے۔ بعض سے تو صرف ایک یا دو فتوے منقول ہیں۔ ان سب کے فتاویٰ کو جمع کیا جائے تو بہت ہی چھوٹے سے مجموعے پر محتوی ہوں گے۔ ان صحابہ کو مقلین کہا جاتا ہے' ان کی تعداد ایک سو بائیس ہے۔ مندرجہ ذیل صحابہ اس زمرہ مقلین میں شامل ہیں۔ ابوالدرداء' ابوذر غفاری' ابوایوب انصاری' ابوعبیدہ بن جراح' ابی بن کعب' جعفر بن ابوطالب' حضرت حسن' حضرت حسین' ام المؤمنین حضرت حفصہ' ام المؤمنین' حضرت صفیہ' ام المؤمنین ام حبیبہ' نعمان بن بشیر' ابومسعود' براء بن عازب' حذیفہ بن یمان' عمار بن یاسر' سعد بن معاذ' خالد بن ولید' عقیل بن ابی طالب' حضرت فاطمہ الزہراء' عبدالرحمان بن ابوبکر' سعد بن عبادہ' عدی بن حاتم' عوف بن مالک' عبداللہ بن سلام' ام شریک' حبیب بن سلمہ' مقدار بن اسود' سہل بن سعد الساعدی' عبداللہ بن رواحہ' رضی اللہ علیہم اجمعین۔ (برصغیر پاک و ہند میں علم فقہ صفحہ نمبر 6-7-8)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تربیت یافتہ تھے اور وہ ہمیشہ قرآنی احکام اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی مقدم جانتے اور اس کے مطابق فتویٰ صادر فرماتے تھے۔ ان کے مبارک دور کے بعد تابعین اور تبع تابعین کا مبارک دور آتا ہے اس میں بھی قرآن و سنت کو مقدم جانا جاتا تھا۔ تابعین میں حضرت سعید بن المسیب' حضرت عروہ بن زبیر' حضرت خارجہ بن زید' حضرت عبیداللہ بن عبداللہ' حضرت قاسم بن محمد بن ابوبکر' حضرت ابوبکر بن عبدالرحمان' حضرت سلیمان بن یسار' حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمان اور حضرت سالم بن عبداللہ یہ وہ سات عظیم شخصیتیں ہیں جو فقہ و فتاویٰ میں نامور ہوئے اور ان پر امت مسلمہ بجا طور پر فخر کر سکتی ہے۔ ان فقہا سبعہ کے حالات کے لئے مولانا حافظ محمد اسحاق حسینوی (وفات 4 جولائی 2002) کی مرتبہ کتاب فقہائے سبعہ'' طبع مارچ 1979ء لاہور میں تفصیل دیکھی جاسکتی ہے۔ اور جماعت اہل حدیث کے عظیم مصنف مولانا محمود احمد غضنفر حفظہ اللہ کی ترجمہ کردہ کتاب ''فقہائے مدینہ'' اور علماء صحابہؓ بھی معلوماتی ہے۔

قرون اولیٰ کے بعد امت محمدیہ انتشار کا شکار ہونا شروع ہوئی' گروہ بندیاں اور تقلیدی مذاہب وجود

میں آ گئے' شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں لکھا ہے کہ دوسری صدی ہجری میں بعض اصول و قواعد کے اختلاف کی وجہ سے دو گروہ پیدا ہو گئے۔ اہل الحدیث اور اہل الرای۔ (دیکھئے باب الفرق بین اہل الحدیث واہل الرای) اہل حدیث میں اکثریت اہل حجاز کی تھی۔ جن کے سامنے کتاب وسنت کی نصوص اور آثار سلف تھے۔ اہل حدیث کا یہ گروہ احادیث نبویہ اور صحابہ ﷺ کے فتاویٰ کی بنیاد پر فتویٰ دیتا تھا' اور جب تک کسی واقعہ کا ظہور نہ ہو جاتا اس وقت تک اس کے بارے میں شرعی حکم بیان کرنے سے گریز کرتا تھا۔

دوسرا گروہ اہل الرائے کا تھا جس میں فقہائے عراق کی غالب اکثریت تھی۔ ان کے پاس چونکہ صحیح احادیث کم تھیں اس لئے انہوں نے فتویٰ دیتے وقت عام طور پر رائے اور قیاس کا کثرت سے استعمال کیا۔ بعض ایسے قواعد وضع کئے جن کو سامنے رکھ کر پیش آمدہ اور آئندہ پیش آنے والے بلکہ محال اور غیر ممکن الوقوع ہزاروں مسائل سے متعلق اپنی رائے ظاہر کی' اور انہیں فقہ وفتاویٰ کی کتابوں میں جمع کر گئے۔ ائمہ مجتہدین کے بعد ان کے متبعین ومقلدین مختلف گروہوں میں بٹ گئے' اور ہر گروہ فتاویٰ کے سلسلہ میں اپنے مسلک کی توجیہ وتائید میں لگ گیا اس طرح فتاویٰ کا اجرا اجتہاد کے بجائے تقلید کی بنیاد پر ہونے لگا۔ اور تقلید کی روش ایسی مرغوب ہوئی کہ ہر مفتی اپنے مذہب کے اصول وفروع کے ارد گرد گھومتا رہا۔ اسے براہ راست کتاب وسنت کی طرف رجوع اور دیگر ائمہ مجتہدین وفقہائے امت کی آراء سے استفادہ کرنے کی ضرورت محسوس نہ ہوئی۔ اس کے برعکس علمائے حدیث کی ایک جماعت ہر دور میں ایسی بھی رہی ہے جو سلف صالحین (صحابہ' تابعین' تبع تابعین اور ائمہ مجتہدین) کے طریقہ کار پر کاربند رہی۔ فتویٰ نویسی کے وقت انہوں نے وہی طریقہ اپنایا جو سلف کے یہاں رائج تھا۔ شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں اسی طریقے کی پیروی کی ہے یہی وجہ ہے کہ بعض مسائل میں انہوں نے ائمہ اربعہ تک کی مخالفت کی ہے برصغیر پاک وہند میں فقہی مسالک کی تقلیدی روش کے برعکس علمائے اہل حدیث نے ہمیشہ قرآن وحدیث کے فروغ اور بالادستی کے لئے تحریری وتصنیفی کام کیا ہے۔ قرآن مجید کی تفاسیر' احادیث کی شروح وحواشی اور تراجم کے ساتھ ساتھ فتویٰ نویسی میں بھی علمائے اہل حدیث کی کاوشیں لائق تحسین ہیں۔ اس وقت علمائے اہل حدیث کے فتاویٰ کے کئی مجموعے کتابی صورت میں شائع ہو چکے ہیں۔ ان فتاویٰ کا تعارف ملاحظہ فرمانے سے پہلے برصغیر میں جماعت اہل حدیث کے محسن حضرت نواب صدیق حسن کا تذکرہ ضروری ہے۔

☆☆☆☆